ملک میں موجود مخطوطات کی ایک جامع فہرست کی تیاری

(پاکستان کے ماہرین مخطوطات کی ڈائریکٹری)

ڈاکٹر محمد اسحاق قریشی☆

مخطوطہ یا قلمی نسخہ وہ تحریر ہے جو طباعت' ضبط عبارت اور اشاعت کے مرحلوں سے نہ گزری ہو بلکہ ایک علمی سرمایہ' خاندانی نوشتہ یا ایک گم نام ورثہ کے طور پر موجود تو ہو مگر اس سے استفادہ کی راہیں مسدود ہوں' یہ کسی تابوت میں بند یا کسی قدیم کتب خانہ میں محفوظ وہ محصور نگارش ہے جو کسی صاحب قلم کی محنت کا ایسا ثمر ہے جس سے متمتع ہونے کی سبیل دریافت نہ ہو سکی ہو۔ یہ رفتگاں کی وہ قیمتی میراث ہے جس سے جائز وارث بھی محروم ہیں۔ یوں کہہ سکتے ہیں کہ انسانی توانائیوں کی بے توفیقی کا سب سے بڑا مظہر ہے' ماضی و حال کے انقطاع کا نشان ہے اور نارسائیوں کی طویل داستان ہے۔ قوموں کی بیدار مغزی اور باخبری کا ایک گراف مخطوطات کے حوالے سے بھی تیار کیا جا سکتا ہے۔ مخطوطات کی کثرت' ماضی کے شکوہ کی علامت ہے تو ان کی عدم طباعت حال کا مرثیہ ہے۔ انگریزی ادبیات میں مخطوطات بہت کم ہیں(۱)۔ ڈاکٹر گیان چند کا یہ جملہ ہمارے لئے لمحہ فکریہ ضرور ہے۔ میں نے تحقیق کے عملی دورانیہ میں گرد سے اٹے ہوئے صندوق' کرم خوردہ کتابوں کے بنڈل اور بوسیدہ نوشتوں کے کئی مناظر دیکھے جن سے روح لرز اٹھی' جواہر کو خاک آلود دیکھ کر کسی کا دل نہیں لرزتا' بازاروں کے کونوں' راہ گزاروں کے کناروں اور مسجدوں کے تنگ و تاریک حجروں میں کتنے شہ پارے پامال ہو رہے ہیں اس کا اندازہ وہی لگا سکتا ہے جسے متاع کارواں کے لٹنے کا احساس ہے' اخلاف نے اسلاف کے مزاروں کی مٹی ہی نہیں بیچی ان کے قلموں کی حرمت بھی تباہ کی ہے۔ بدقسمتی یہ ہے کہ ہمیں علم کدوں کی عظمت کا احساس ہے نہ علم کی رفعت کا' بزرگ اٹھتے ہیں تو ان کا سرمایہ دانش بھی نیلام ہو

☆ صدر شعبہ عربی' گورنمنٹ کالج' فیصل آباد

جاتا ہے' ایسی صورت حال اگر ادارہ تحقیقات اسلامی کو مہمیز ثابت ہوئی ہے تو خوشی کا مقام ہے۔ یہ تحریک بہت پہلے شروع ہونا چاہیے تھی کہ یہ ایک قومی فریضہ ہے۔ ماضی سے وابستگی سے حال نکھرتا ہے اور انسانی فکر کا تسلسل قائم رہتا ہے۔ یہ بھی یاد رہے کہ مخطوطات کی کثرت اور تنوع مجموعی کاوشوں کا متقاضی ہے۔ اب انفرادی کوشش لائق تحسین تو ہے مگر حوصلہ افزا نتائج کی حامل نہیں ہو سکتی۔ اس لئے ایک منظم پیش قدمی کی ضرورت ہے۔ بحمداللہ اس ورکشاپ کے ذریعے ایک دیرینہ قومی فرض ادا کرنے کا موقع ملے گا۔

موجود مخطوطات کی جامع فہرست کی تیاری ایک مربوط' منضبط اور سائنسی عمل ہے جس کے لئے مسلسل کاوش اور پیہم تجسس درکار ہے۔ یہ طے کرنا ضروری ہو گا کہ کسی تحریر کو مخطوطہ قرار دینے کے ضروری حدود کیا ہیں؟ مخطوطات تک رسائی کیسے ممکن ہے؟ دستیاب مخطوطات کی درجہ بندی کیسے ہو گی؟ فہرست کی تیاری میں رہنما اصول کیا ہوں گے؟ محققین کی جماعت کیسے تیار ہو گی جو مطلوبہ فہرست کے تقاضوں اور حدود سے آشنا ہو؟

مخطوطہ یا قلمی نسخہ کا متن بقول ڈاکٹر نورالاسلام صدیقی ایسی عبارت پر مشتمل ہوتا ہے جس سے مطلب کا استخراج ممکن ہو اور اس سے ذہن مطمئن ہو جائے۔ یہ عبارت متن کاغذ کے اوراق پر ہو سکتی ہے' کسی دیوار پر' مٹی کے ٹھیکروں پر' چٹانوں' سلوں' درختوں کی چھالوں اور چمڑے کے ٹکڑوں پر ہو سکتی ہے' جہاں کہیں معنی دار جملے تحریری طور پر یا کندہ شدہ حالت میں ہوں گے وہ متن کہلائیں گے۔ متن کی عبارت مختصر بھی ہو سکتی ہے اور طویل بھی(۲) اور یہ کہ "یہ عبارت سینکڑوں ہزاروں برس قدیم بھی ہو سکتی ہے اور زمانہ حال کے کسی مصنف کی تحریر بھی ہو سکتی ہے" اور یہ عبارت متن نظم و نثر دونوں کو شامل ہے۔(۳)

جامع فہرست کی تیاری سے قبل یہ طے کرنا ہو گا کہ ہمارا مقصود کیا ہے؟ کیا ہمیں صرف ان تحریری نوشتوں تک ہی محدود رہنا ہے جو کاغذ یا ممکن ہے چمڑے پر لکھے گئے ہیں کہ قرون سابقہ میں چمڑے کا استعمال بھی ہوا ہے اور بعض کاتب اس کی دیرپائی کے خیال سے کاغذ کی ایجاد کے باوجود اس کو ترجیح دیتے رہے ہیں جیسا کہ الجاحظ (م ۲۵۵ھ) کے رسالۃ الجد و الھزل' کے ایک خط سے ظاہر ہے(۴) یا ہمارا حیطہ کار الواح اور عظام تک بھی ممتد ہو گا کہ علامہ الذہبی نے امام شافعیؒ (م ۲۰۴ھ) کے حالات میں لکھا ہے کہ "انہ کان یکتب فی الالواح والعظام(۵) کہ اگر سلوں تک بات گئی تو آثار قدیمہ کے ماہرین کی معاونت بھی درکار ہو گی۔

اس امر کا طے کرنا بھی ضروری ہو گا کہ متن کا بامعنی ہونا کس حد تک ہے' یہ بھی تو ممکن ہے کہ کوئی عبارت آج کے کسی محقق کے لئے بامعنی نہ ہو یا واضح نہ ہو مگر مستقبل کا کوئی عالم اس کے مفاہیم تک رسائی حاصل کرنے میں کامیاب ہو جائے۔

فہرست مخطوطات میں شامل کئے جانے والے مخطوط کا حجم کتنا ہونا چاہیے' کیا ایک سطر یا ایک جملہ فہرست میں جگہ پا سکے گا؟ اختصار یا طوالت کی حدبندی کیسے ہو اور کس حوالے سے ہو؟

مخطوط کی قدامت کا کیا معیار قائم کیا جائے؟ کسی دورانیہ کی قید ہو گی یا نہیں؟ اگر ہو گی تو اس کا عرصہ ہو گا؟

نظم و نثر کی فہرست الگ الگ ہو گی تو کیا ادباء یا شعراء کے زمانے کے لحاظ سے ہو گی یا مضامین یا اصناف کے حوالے سے۔

"مخطوطات کی حیثیت اور نوعیت کی مناسب سے بھی بعض امور طے کرنا لازم ہوں گے مثلاً

- مخطوط کی صیانت ثابت کرنے کے لئے محنت شاقہ درکار ہوتی ہے کیونکہ

مخطوط کبھی مصنف کے ہاتھ کا لکھا ہوا دستیاب ہو جاتا ہے تو محقق کو قدرے اطمینان ہوتا ہے مگر یہ بھی ممکن ہے کہ مصنف کے تحریر کئے ہوئے متعدد نسخے دریافت ہو جائیں' عموماً" موخر نسخہ لائق اعتماد قرار پاتا ہے مگر حتمی فیصلہ تقابلی جائزے اور شواہد کی بنیاد پر ممکن ہے۔

- اور کبھی نقل یا املاء کی مدد سے تیار کیا جاتا ہے جس میں سمعی اور بصری اشکال راہ پاتے ہیں۔ ان نسخوں کو فہرست میں شامل کرنے سے قبل ان کی صیانت اور ان کی نسبت کی راستی کا اطمینان ضرور ہو گا تاکہ کسی جاہل یا کسی مکار کی جہالت یا تلبیس سے فہرست مخطوطات میں غلط یا ناقابل اعتماد نوشتہ داخل نہ ہو جائے۔ اس کے لئے محقق کو متعدد ذرائع سے اطمینان کرنا ہو گا۔ سید جمیل احمد رضوی نے اپنے مضمون "دستاویزی طریق تحقیق" میں خارجی تنقید کے زیر عنوان چند امور کی نشاندہی کی ہے جن کا خلاصہ یہ ہے کہ محقق کا سراغ لگا لینا چاہیے کہ۔

  - اس مسودہ کی تیاری میں کون سا جذبہ محرک ثابت ہوا ہے۔
  - کیا دستاویز کے ملنے کا واقعہ مشکوک یا قابل اعتراض تو نہیں؟
  - زمانی بعد کس قدر ہے؟ یعنی اصل اور حکایت کا فاصلہ کتنا ہے؟

○ کیا وقت کا تناقص دستاویز کے جعلی ہونے کو ظاہر تو نہیں کرتا؟

○ کیا دستاویز کی زبان، انداز بیان، ہجے، خط اور طاعت مصنف کی دوسری دستاویزات سے مشابہت رکھتے ہیں؟(٦)

اسی طرح داخلی تنقید کے تقاضے ہیں جن کی تفصیل کا یہ محل نہیں۔

خارجی اور داخلی تنقید کے تقاضے فہرست مخطوطات کے مرتب میں بے پایاں صلاحیت کا مطالبہ کرتے ہیں۔ تاریخی تناظر، صرفی تغیرات، نحوی اسالیب، ادبی محاسن، موضوع مخطوط میں دسترس، مصنف کے حالات و کوائف کا علم، ہم عصر مصنفین و مولفین کے حالات، نتائج فکر، ذہنی رابطے اور سماجی رویے، محقق مخطوط کی ایک ذات میں اس قدر متنوع علوم و فنون کا یکجا ہو جانا محال نہیں تو عموماً ممکن بھی نہیں ہے اس لئے کہ انسان اپنے ذوق اور میلان میں عموماً یک رخہ واقع ہوا ہے۔ صلاحیت کے علاوہ دریافت کا مرحلہ جاں گسل ہے۔ ڈاکٹر تنویر احمد علوی نے اپنے مضمون "قدیم دواوین کی ترتیب کے مسائل" میں اگرچہ شعراء کے حوالے سے گفتگو کی ہے مگر یہ مسئلہ ہر محقق کا ہے۔ کہتے ہیں۔

"جو کچھ شعراء کی زندگی میں ان کی بے توجہی کے ہاتھوں ضائع ہوا یا خود انہوں نے نظری قرار دے دیا اس کو جانے دیجئے جو کچھ اب تک گوشتہ گمنامی میں پڑا ہوا ہے اس سے بھی صرف نظر کیجئے۔ جو کچھ کسی نہ کسی طرح شہروں یا قصبوں کی لائبریریوں میں پہنچ گیا اس کا بھی ایک بڑا حصہ ایسا ہے جو ہنوز علم و تحقیق کی روشنی میں نہیں آسکا۔ ہماری بہت سی قابل ذکر لائبریریاں ایسی ہیں جن کے کیٹلاگ ابھی باقاعدہ طور پر مرتب بھی نہیں ہوئے تابہ اشاعت چہ رسد"(٧)

قابل ذکر لائبریریوں کی یہ حالت ہے تو ان غیر سرکاری یا نجی لائبریریوں کی کیا کیفیت ہو گی جن پر قابض ورثاء اسلاف کا سا ذوق نہیں رکھتے اور ان نوادرات کو متاع علم نہیں اثاثہ تجارت گردانتے ہیں۔ ڈاکٹر گیان چند کا کہنا ہے:

"یہ اصحاب، علم کے دفینے کے سانپ ہیں۔ ان سے بھی بدتر صورت وہ ہے جبکہ مالک یہ بتانے کو بھی تیار نہ ہو کہ اس کے پاس مخطوطہ ہے۔ اگر ہوتا ہے تو وہ دکھانے کو تیار نہیں ہوتا(٨)۔ یہ صورت حال برصغیر ہی میں نہیں باہر کے ملکوں میں بھی ملتی ہے مثلاً ہیرلڈلاسکی ایک لارڈ کے پاس جان اسٹوارٹ مل کی آپ بیتی کا مصنف کا نسخہ

دیکھنا چاہتا تھا۔ لارڈ نے غیر دستخط شدہ خط میں اسے لکھا کہ کسی مخطوطے پر قابض ہونے میں سب سے بڑی خوشی اس وقت ہوتی ہے جب قابض کے سوا کوئی دوسرا اسے نہ دیکھ سکے"

(۹)

○ مخطوط کی دریافت کے بعد بھی مسائل ختم نہیں ہوتے' دستیاب نسخہ' لائق اعتماد مخطوط تب بنتا ہے جبکہ اس کی داخلی و خارجی شہادتیں' مضبوط اساس مہیا کریں' یہ اساسی مراحل کون سے ہیں؟ عبدالسلام محمد ہارون کے بقول ان کے اہم اجزاء یہ ہیں۔

○ مخطوط کے اوراق کا کیمیائی اور تحقیقی مطالعہ تاکہ اس تاریخ کا تعین ہو سکے جو بعض اوقات مخطوط کے آخر پر درج ہوتی ہے مگر اس کی حتمیت ثابت نہیں ہوتی' بوسیدگی' کرم خوردگی ایک حوالہ تو ہے مگر محقق کو اس کے مالہ وما علیہ کا بغور جائزہ لینا چاہیے کہ تاریخ کو بیچنے میں ذاتی منفعت کے لئے جعل سازی کے کئی کارنامے محفوظ ہیں۔

○ سیاہی کے بارے میں واضح معلومات بھی ایک لائق اعتماد ذریعہ ہے۔

○ تحریر کا انداز کتابت کے ضوابط اور حرکات و نقاط کا استعمال بھی بھرپور رہنمائی کرتا ہے' ایسے دور کا تعین مفید ہو گا جس میں حرکات کا اندراج اور رموز و اوقات کا مکمل شکل میں درج ہونا ثابت ہو جائے' عہد اسلامی کے ابتدائی تحریری نمونے ان ابہام سے خالی ہیں حتی کہ کہا گیا علامہ ابن حجر العسقلانی (م ۸۵۲ھ) نویں صدی ہجری میں بھی ان کو نظرانداز کرتے رہے(۱۰)۔

○ اسلوب نگارش اور تزئین اوراق کا بھی ہر دور میں محفوظ انداز رہا ہے۔

○ نفس موضوع کی شہادت بعض حقائق کی دریافت کا ذریعہ بن سکتی ہے اور مضامین کا تنوع امہات الکتب تک رسائی کی دعوت دیتا ہے(۱۱)۔

ان کے علاوہ قرآن مجید کی مختلف قرات' احادیث کے متون ہر علماء کی آراء اور تحقیق' فقہی اصطلاحات' شعر کے مسائل' اوزان ؛ بحور کی پیچیدگیاں' قافیہ اور حرف ردی کی مشکلات' غرضیکہ مخطوط کی حتمی تسوید متعدد جہتوں میں پختہ کاری کی متقاضی ہے۔ کثرت مطالعہ' ذہنی بالیدگی اور مسلسل تجسس و جہد محقق کے لازمی صفات ہیں۔ یہ کٹھن مراحل عموماً" ایک فرد کے بس میں نہیں آتے اس لئے زیادہ محتاط طریق کار یہ ہو گا کہ متعدد افراد پر مشتمل ایک جماعت اس کام کی ذمہ دار گردانی جائے۔ بعض اوقات ایک مخطوط متعدد وراقین کی محنت کا ثمر ہوتا ہے اور بعض کے متعدد نسخے ہوتے ہیں جو تقابلی جائزہ کا تقاضا کرتے ہیں' نسخوں کی کثرت بہت گمبھیر مسائل کو جنم

دیتی ہے کہ یہ ایک سہولت ہونے کے ساتھ بہت سی الجھنوں کا سبب بھی بنتی ہے۔ الجاحظ کا کہنا ہے کہ یحییٰ بن خالد البرمکی کے کتب خانہ میں ہر کتاب کے تین نسخے تھے(۱۲)۔ اسی طرح المقریزی نے ذکر کیا کہ العزیز باللہ کے کتب خانہ میں کتاب العین کے تیس الجمرۃ کے سو نسخے موجود تھے جبکہ فاطمین کے کتب خانہ میں تاریخ طبری کے بارہ سو نسخے تھے(۱۳)۔

یہ ہیں وہ مشکلات جو تدوین فہرست سے پہلے پیش نظر رہنے چاہئیں' ظاہر ہے مخطوط کی تلاش جان داری چاہتی ہے' محنتی مگر ہوشمند افراد کی فراہمی اس کام کے لئے لازم ہو گی' وطن عزیز کی حد تک بھی ایک وسیع میدان عمل ہو گا جس کے لئے بیسیوں نہیں سینکڑوں افراد درکار ہوں گے' ایسے افراد جو محققین مخطوط کا ذوق بھی رکھتے ہوں اور جن کے پاس ممکنہ وسائل بھی ہوں' ایسے افراد کی ایک کھیپ تیار کرنا پہلا اہم کام ہو گا اس لئے میرے خیال میں جامع فہرست کی تیاری کے لئے چند ضروری اقدام کرنا ہوں گے۔

○ تحقیق مخطوط کی ترتیب کے ایک ایسے ادارہ کا قیام جو ملکی سطح پر صاحب علم لوگوں کی اس فن کے حوالے سے تربیت کرے۔ تربیت کا یہ کورس نظری اور عملی ہر دو پہلوؤں کو محیط ہو۔ اس کے لئے مناسب راہنما کتب تیار کی جائیں جن کے مطالعہ کے بعد عملی فہرست کے لئے ورکشاپ کا انعقاد ہو تاکہ ذہن پوری طرح اس دقیق اور صبر آزما کام کی اہمیت کا ادراک کرلیں اور بالفعل تحقیق مخطوط کی صلاحیت حاصل کرلیں۔ حالات اور ضرورت کے مطابق اس ادارہ کی شاخیں بھی قائم کی جا سکتی ہیں' اس میں تربیت دینے کے لئے بیرونی ماہرین کا تعاون بھی حاصل کیا جا سکتا ہے اور مقامی تربیت کنندگان کی صلاحیتوں کو اجالنے کے لئے انہیں بیرون ملک کسی ادارہ یا شعبہ سے منسلک بھی کیا جا سکتا ہے۔ جب تک کسی ممکن شکل میں ایسا ادارہ وجود میں نہیں آتا ادارہ تحقیقات اسلامی اسلام آباد کو اس کی کفالت سونپی جا سکتی ہے کہ یہ ادارہ اسی کے مشابہ کاموں کا مکلف بنایا گیا ہے۔

○ تربیت کے لئے ہر علاقہ سے صاحب علم حضرات و خواتین کا انتخاب کیا جائے' یہ انتخاب خالصتاً صلاحیت کی بنیاد پر ہو اور ممکن حد تک مقامی علماء کو اس میں شامل کیا جائے کہ اس سے ذاتی یا شخصی میدان اور اپنایت کے جذبوں کی شرکت ہو گی جس سے انہماک بڑھے گا۔

○ ادارہ میں تدریسی مواد کی فراہمی کے لئے موجودہ ماہرین کا بورڈ تشکیل دیا جائے تاکہ مادہ تدریس و طریقہ تدریس کی حدود کا تعین ہو سکے اور یہ اہم قومی فریضہ بے سمتی اور بے یقینی کا

شکار نہ ہو جائے۔

○ یہ بھی ممکن ہے کہ اس ادارہ میں الحاقی حد تک طلبہ یا متدربین کو شریک کر لیا جائے تاکہ میزانیہ کا بوجھ راستہ نہ روک لے اور مختلف وقفوں سے اجتماع کر لئے جائیں تاکہ محدود وسائل کے باوجود یہ عمل جاری رہے۔

○ اس کی ایک شکل یہ بھی ہو سکتی ہے کہ وطن عزیز کی تمام یونیورسٹیوں کو یہ فریضہ سونپا جائے کہ وہ اپنے اپنے حیطہ کار میں رہتے ہوئے تحقیق مخطوط کا ایک شعبہ قائم کریں جہاں اس علمی ورثہ کی حفاظت' صیانت' اور اشاعت کا اہتمام ہو' اگر جامعات کی داخلی خودمختاری حائل نہ ہو تو اس شعبہ کی نگرانی ایک بین الجامعاتی بورڈ کرے تاکہ اشتراک کار کا بھی احساس رہے اور معیار کی یکسانی بھی قائم رہے۔ حیرت ہوتی ہے کہ ہماری تمام یونیورسٹیوں میں تحقیق کا کام ہوتا ہے' مخطوط کی تلاش اور اس کے ضبط و تدوین پر بھی توجہ ہے اور ہر سال متعدد سکالرز ایم فل اور پی ایچ ڈی کی ڈگریاں تحقیق متن کے حوالے سے حاصل کر رہے ہیں مگر ان میں اشتراک نہیں اور اس کے لئے ابتدائی تربیت کا کوئی اہتمام نہیں' اس کا نتیجہ انتشار فکر کی صورت میں سامنے ہے یا ان رپورٹوں سے عیاں ہے جن میں ڈگری عطا کرنے کی سفارش ہوتی ہے۔ طباعت کی اجازت نہیں ہوتی' گویا کہ ہم غیر شعوری طور پر کام پر عدم اطمینان کا اظہار کر رہے ہیں۔ اس کے لئے واضح لائحہ عمل ہمارے آئندہ تحقیقی عمل کو لائق اعتماد بنا سکتا ہے۔ پنجاب یونیورسٹی کے شعبہ عربی نے ایم اے کی سطح پر منہج البحث و التحقیق کا پرچہ شامل کر کے اس نیک کام کی ابتداء کی ہے۔

○ مجوزہ ادارے یا شعبے کے قیام تک یہ عمل معطل نہیں رہنا چاہیے اس لئے کم دورانیہ کی تربیت گاہوں کا فوری اہتمام چاہیے تاکہ کام کا آغاز ہو سکے اس کے لئے چند تجاویز پیش کر رہا ہوں' شاید کسی مرحلہ پر معاون ثابت ہو سکیں۔

○ وطن عزیز کو موجودہ معلومات کے حوالہ سے چند علمی حلقوں میں تقسیم کرنا چاہیے۔ ممکن ہو تو ضلع کی حد تک یہ تقسیم مفید ہو سکتی ہے۔ ہر ضلع میں تین چار مقامی ماہرین (جو ممکن ہے معیار پر مکمل طور پر پورے نہ بھی اتریں) کا ایک بورڈ بنا دینا چاہیے اور انہیں وسائل مہیا کرنا چاہیں' ضلعی انتظامیہ اور ضلعی تعلیمی اداروں کو اس بورڈ سے تعاون کی ہدایات جاری ہونی چاہیں تاکہ بورڈ کے افراد اپنے دیگر منصبی یا ذاتی مسائل سے نبرد آزما رہنے کے باوجود اپنے اپنے علاقہ کی مکمل سروے رپورٹ تیار کریں۔ وہ گھر گھر جائیں مقامی علماء کے ہاں حاضری دیں' اہل علم کو

شریک عمل بنائیں اور قریہ قریہ، گاؤں گاؤں، منتشر اور گمنام شہ پاروں کو تلاش کر لیں اور اس کی جامع فہرست تیار کریں۔

○ دریافت شدہ مخطوطات کی فراہمی ایک اور اہم کام ہے۔ وسائل دستیاب ہوں تو ایسے نادر مخطوطات کو قومی سطح کی لائبریری میں محفوظ ہونا چاہیے۔ دنیا کے کئی ادارے اسی کام میں بڑی سبک دستی دکھا رہے ہیں۔ ضرورت ہے کہ پاکستان کی حد تک ایسی لائبریری قائم کی جائے جو نایاب مخطوطات کا امان گھر بن جائے۔ ماضی میں تحریک پاکستان کے حوالے سے ایسی بعض کوششوں کی خبریں ملتی رہی ہیں مگر کوئی ٹھوس، لائق اعتنا معروف ادارہ کم از کم میری معلومات میں نہیں، قومی سطح کے ایسے ادارے کا قیام ہو جائے تو بہت سے فکری پراگندگی کے مسائل بھی حل ہو جائیں اور سستی شہرت کے قلمکاروں سے بھی نجات مل جائے گی۔

○ دریافت شدہ مخطوط ہدیتہ" یا قیمتا" دستیاب نہ ہو تو صاحب مخطوط کو اس کی فوٹو کاپی یا مائیکروفلم کے لئے قائل کرنا چاہیے۔ افسوس اس بات پر ہوتا ہے کہ اس محاورہ کے باوجود کہ "صاحب الدار ادریٰ بما فیھا" یعنی گھر والا بہتر جانتا ہے کہ اس کے گھر میں کیا ہے۔ ہمارا حال اس سے مختلف ہے۔ کئی قدیم اور نایاب کتب خانے ایسے ہیں کہ صاحبان کتب خانہ جات کو اپنی دولت کا اندازہ تک نہیں۔ اسلاف کی محنت، اخلاف کی عدم توجہی سے پرچون فروشوں کے لئے ردی بن گئی ہے۔ مجھے اپنے تحقیقی کاوشوں میں ایسے اصحاب سے واسطہ پڑا جو صاف کہہ دیتے تھے کہ آپ کے موضوع کے حوالے سے ہمارے ہاں کچھ نہیں ہے۔ مگر جب اصرار اور لجاجت کے ممکن حربے آزمائے گئے اور گرد آلود الماریوں پر نظر ڈالنے کی اجازت ملی تو موضوع سے متعلق بہت سا مواد ہاتھ آیا۔ اس وقت قابض کتب نے خفت کے آثار جھٹکتے ہوئے یہ کہہ کر معاملہ صاف کر دیا کہ یہ چھوٹے چھوٹے کتابچے میری نظر سے ادھر ادھر ہو گئے ہوں گے۔ ایسے ماحول میں تلاش ایک ابتدائی عمل نہیں رہتا مستقل عمل بن جاتا ہے۔ اور حصول مخطوط کسی خزانہ سے دریافت سے کم نہیں ہوتا، مقصد یہ ہے کہ عدم توجہی کی اس گرد کو صاف کیا جائے اسی کے لئے رابطوں کی استواری، لگن کی استقامت اور وسائل کی فراہمی ضروری ہے۔

○ تلاش مخطوط کے کام کے ماہرین کا حتمی استقصاء تو باقاعدہ سروے کے بعد ہی ممکن ہے مگر ابتدائی طور پر یہ ہو سکتا ہے کہ ذرائع ابلاغ کے ذریعے پورے ملک کے علماء اور محققین کو دعوت دی جائے کہ وہ ادارہ تحقیقات اسلامی کو اپنے علمی کارناموں خاص طور پر تحقیق متن کے کاموں کی

تفصیل سے آگاہ کریں۔ اس کے لئے ایک فارم تیار کیا جانا چاہیے جس میں تمام کوائف درج کرنے کی ترغیب دی جائے۔ یہ ضروری نہیں کہ جن چند افراد کو ہم جانتے ہیں وہ لائق اعزاز ہیں۔ وطن عزیز کی کوکھ بانجھ نہیں' دیہات' قریوں اور شہروں کی پیچیدہ الجھی گلیوں میں کتنے صاحبان بصیرت دستیاب ہوں گے۔ اس کا ہم اندازہ بھی نہیں کر سکتے بہت سے ژرف نگاہ اصحاب اظہار و شہرت سے گریزاں ہیں مگر وہ اس کام کے اہل نہیں اسی لئے نہایت تندہی سے جستجوئے اہل نظر جاری رہنی چاہیے۔

○ مخطوط کی تسوید متعدد علوم کا تقاضا کرتی ہے اس لئے ایسے اداروں میں ہر شعبہ کے ماہرین کا تعاون حاصل ہونا چاہیے۔ خط اور طرز تحریر کے مسائل ہر زبان دان کے پاس بھی نہیں ہوتے۔ بوسیدگی اور کرم خوردگی ایک مستقل مسئلہ ہے اسی کے لئے کیمیائی تجزیے اور علم حشرات سے آگاہی ضروری ہے۔ سیاہی کے حوالہ سے دورانیہ کا تعلق ایک الگ شعبہ ہے' زبان کا تغیر اور ارتقاء لسانیات کے ماہرین کا شعبہ ہے۔ تعین تاریخ ایک الگ ذوق اور علم چاہتا ہے۔ اس لئے ماہرین کی جماعت میں شعبہ آثار' شعبہ تاریخ' شعبہ کیمیا اور قسم دراسات ادبیات کے محققین کی ایک بڑی تعداد شامل ہونی چاہیے اور یہ کام سرکاری سرپرستی یا معاونت کے بغیر مشکل ہو گا اگرچہ ناممکن نہیں۔

○ ہو سکتا ہے بعض افراد اپنی انفرادی کوششوں سے اس ضمن میں وقیع کام کر چکے ہوں یا کر سکتے ہوں۔ ان کے تجربہ اور علم سے فائدہ اٹھانا چاہیے مگر اس احتیاط سے کہ انسان اپنے کام کو اپنے تفاخر کی نظر سے دیکھا کرتا ہے اور اسے بعض اوقات غیرضروری طور پر بڑھا چڑھا کر پیش کرتے ہے اس لئے ماہرین کو ایسے تحقیقی کام پر تنقیدی نظر ضرور ڈالنا چاہے۔ اس سلسلے میں غیر معمولی استقراء اور پختہ خوئے احتیاط کی ضرورت ہے۔

ان گزارشات میں سے کوئی لائق اعتنا ٹھہرے تو اس پر مزید غور کیا جا سکتا ہے۔ میں ادارہ تحقیقات اسلامی کو اس دو روزہ قومی ورکشاپ کے انعقاد پر خراج محبت پیش کرتا ہوں کہ اراکین ادارہ کی کاوشوں سے تاخیر سے سہی مگر درست سمت پیش رفت ہوئی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں محنت کا شوق' باخبری کا ذوق اور پختہ خرامی کا حوصلہ عطا کرے۔ آمین

مراجع و مصادر

۱۔ ڈاکٹر گیان چند، تحقیق کا فن، اترپردیش اردو اکادمی لکھنؤ، پہلا ایڈیشن ۱۹۹۰، ص :۴۰

۲۔ ڈاکٹر نورالاسلام صدیقی، ریسرچ کیسے کریں، شاد پبلیکشز، جامع نگر نئی دہلی، اشاعت ۱۹۹۰ء، ص :۲۱۲، ۲۱۳

۳۔ حوالہ مذکورہ، ص :۲۱۳

۴۔ عبدالاسلام محمد ہارون، تحقیق النصوص و نشرھا، موسسۃ الحلبی و شرکاہ، القاہرہ، اشاعت ۱۹۶۵ م، ص : ۱۶

۵۔ حوالہ مذکورہ، ص:۱۵

۶۔ ڈاکٹر اسلام بخش (مرتب)، اردو میں اصول تحقیق، جلد اول، در ڈویژن پبلیشرز، بلیواریا، اسلام آباد، طبع سوئم ۱۹۹۰، ص : ۱۷۲ تا ۱۸۶

۷۔ حوالہ مذکورہ، ص : ۱۳۹

۸۔ ڈاکٹر گیان چند، تحقیق کا فن، صفحہ : ۴۳۶

۹۔ حوالہ مذکورہ، صفحہ : ۴۳۶

۱۰۔ عبدالاسلام محمد ہارون، تحقیق النصوص و نشرھا، ص: ۴۰

۱۱۔ حوالہ مذکورہ، ص: ۳۷، ۳۸

۱۲۔ ابو عثمان عمرو بن بحرالجاحظ، الحیوان، الکتاب الاول، الجز الاول، المجمع العلمی، لبنان، ص:۶۰

۱۳۔ السیوطی، الامام، المزھر الجزء الاول، ص :۸۷

★★